مقاصدِ شریعت اور حرمتِ منشیات

* مطیع الرحمٰن

منشیات کی ذیل میں جو اشیاء آتی ہیں اُن میں سے ''خمر'' کے بارے میں قرآن کریم نے وضاحت کی ہے۔ اوراس کی حرمت کے بارے میں واضح نصوص پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک دیگر منشیات کا تعلق ہے۔ فقہاء نے قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کے احکام مستنبط کئے ہیں۔ زیرنظر مقالے میں منشیات کے عمومی احکام کے علاوہ جرائم کی تحریم سے متعلق شارع کے مقاصد، جرم کے ارکان اور وہ اصول جو عدالت کو منشیات سے متعلق مقدمات کی سماعت کے دوران قوانین کی تعبیر وتشریح کرتے وقت ملحوظ رکھنے چاہیں، ذکر کئے گئے ہیں۔ مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی شریعت کی رُو سے مقنّنہ کو منشیات کی روک تھام اوراس پر سزا دینے کے لئے جو اختیارات حاصل ہیں، انہیں واضح کیا جائے۔

منشیات (Narcotic) کے معنی اور تعریف

منشیات (Narcotic) ایک عام لفظ ہے جس کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں قومی انگریزی اُردو لغت میں اس کے لغوی معنی یہ بیان کئے گئے ہیں نشہ آور چیز خواب آور چیز اور اصطلاحی معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ منشیات ایک مادہ ہے جو درد دُور کرتا ہے اور نیند لاتا ہے اور زیادہ مقدار میں اسے استعمال کرنے سے بے حسی اور سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے (1)۔

"Black's Law Dictionary" کی تعریف کا ماحصل بھی اسی طرح ہے (2)۔

"The Prohebition (Enforcament of Hadd) order 1979 کے دفعہ II (ز) میں Intoxicont نشہ آور کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

---

* ایڈوائزر، وفاقی شرعی عدالت، اسلام آباد۔

''متعلقہ گوشوارہ میں بیان کردہ تمام اشیاء نشہ آور کہلائیں گی اس فہرست میں شامل جملہ مواد اور نشہ آور شراب بھی شامل ہوگی''۔ جسے صوبائی حکومت سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے اس فرمان کے نفاذ کے لئے نشہ آور قرار دے اس طرح Control of Narcotic Substance Act 1997 کے دفعہ II میں منشیات کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

انسان جب نشہ کرتا ہے تو بدمست ہو جاتا ہے اس کو مخمور کہا جاتا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مخمور وہ شخص ہے جو بات کو نہ سمجھے خواہ وہ تھوڑی بات ہو یا بہت یا آسمان و زمین یا مرد و زن میں امتیاز نہ کر سکے اور امتیاز کرنے کی صلاحیت سے قطعاً محروم ہو جائے اور گو لوگوں کو پہچان سکے لیکن امتیازی خصوصیات کو نہ سمجھ سکے۔

مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور احناف میں سے صاحبین کہتے ہیں کہ:

''مخمور یا بدمست وہ شخص کہلائے گا جو نشہ میں برا بھلا کہنے لگے اگر اس کی گفتگو میں گڑ بڑ ہو اور اچھے برے میں تمیز نہ رہے تو عام طور پر اسے مخمور کہا جائے گا''(3)۔

فقہاء اُمت اس بات پر متفق ہیں کہ شراب ناپاک شئے ہے اور اس کی خرید و فروخت مسلمان پر حرام ہے اور اسے ''مال'' کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کا ظرف (شراب کا برتن) توڑ دے تو اسے ادائیگی تاوان کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((اِنّ الذی حرم شربھا حرم بیعھا واکل ثمنھا))(4)

''یعنی جس شئے کا پینا حرام ہے اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کو کام میں لانا بھی حرام ہے''۔

غرض اس کو مال کی حیثیت حاصل نہیں ہے، لہذا نہ اس کو مہر میں دیا جا سکتا ہے اور نہ اجرت میں اور انگور کا شیرہ اگر خمیر ہو جائے، ابلنے لگے اور جھاگ دینے لگے تو وہ شراب بن جاتا ہے جو کہ چاروں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

کسی فعل کو جرم قرار دینے کے لئے شریعت اسلامی کے عام اصول

مفادِ عامہ کے حصول اور دفع مفاسد کی غرض سے قانون مصالح عامہ کا تقاضا ہے کہ جرائم کے ارتکاب پر سزائیں دی جائیں اور ان کو نافذ کیا جائے۔ کیونکہ مجرم اپنے جرم کے ارتکاب سے انسانی معاشرہ کے افراد کے حق

میں ضرر پہنچانے کا سبب ہوتا ہے۔ اور ضرر کے صادر ہونے کا دروازہ کھولتا ہے۔ چنانچہ منشیات کے عادی شخص کے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور یہی عقل انسان اور باقی حیوانات کے درمیان سبب تمیز ہے۔ عقل کی خرابی کی وجہ سے وہ پورے معاشرہ کو براہِ راست یا بالواسطہ ضرر میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ دُنیا میں اکثر جرائم کا ارتکاب وہ شخص کرتا ہے جو نشہ میں ہوتا ہے۔ اب اگر مجرم کو بغیر مناسب سزا کے آزاد چھوڑ دیا جائے تو ان جرائم کا سلسلہ پھیلتا جائے گا۔ انسانیت تباہ ہو جائے گی اور اس طرح آزادانہ فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو جائے گا اس لیے مجرم کو سزا دینا مصلحت ہے اور اس بناء پر واجب بھی ٹھہرتا ہے اور سزا نہ دینا اذیت اور ظلم ہے۔ شریعت اسلامی نے سزا اور جرم میں مطابقت کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سزا کے نفاذ میں جرم کی جسامت کو مدنظر رکھا ہے۔ کسی جرم کی مقدار کا اندازہ لگانے کے لئے حسب ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے۔

① مجرم کے ضرر کی مقدار جو اس نے دوسرے فرد، اس کے خاندان اور معاشرہ کو پہنچائی۔

② اس خوف و ہراس کا اندازہ جو اس کے جرم سے عوام میں پیدا ہوا ہو۔

③ اس امر کا اندازہ کہ اس جرم سے اسلامی شعائر کی ہتک کس حد تک ہوئی۔

⑤ سزا کی مقدار جو اس جرم سے باز رکھنے اور اس کے برے اثرات سے دیگر افراد کو محفوظ کرنے کا ذریعہ بن سکے اور آئندہ کے لئے ظالموں کو ظلم پر جرات و جسارت نہ ہو۔

مجرم کو سزا دینا معاشرہ کا حق بھی ہے اور معاشرہ کے لئے رحمت بھی ہے۔ اس رحمت کو انسانوں میں جاری و ساری رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً احکام منازل ہوتے رہے۔ کیونکہ دُنیا کے ماہرین قانون وسماجیات اپنے انفرادی میلانات، علاقائی تعصّبات دُنیاوی تعلقات اور باہمی بغض وحسد کے سبب اس رحمتِ عام کو وجود میں لانے میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں اور اس لیے منصفانہ اور عادلانہ قوانین معاشرہ میں رائج نہیں ہو پاتے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام و شرائع کا مقصد عدل کو قائم کرنا، روئے زمین سے فساد کو دفع کرنا اور فحش ومنکرات سے باز رکھنا ہے۔

بعض ماہرین قانون کا کہنا ہے ''العدل فوق القانون'' کہ عدل قانون سے بالاتر ہے۔ یہ قاعدہ قرآن کریم کی بے شمار آیات کا خلاصہ ہے(5) قانون عدل کے قیام وحصول کی غرض سے وجود میں آتا ہے اس لیے قانون عدل کا خادم ہے نہ کہ عدل قانون کا۔ اگر کوئی قانون عدل کے ضابطوں کے خلاف ہو جاتا ہے تو عدل

کے تقاضوں کے پیش نظر ظلم و ناانصافی کو دُور کیا جائے گا(6)۔ اسلام میں جو سزائیں مقرر ہیں ان کا مقصد عدل و انصاف کا قیام اور انسانی فضیلت و اخلاق کی حفاظت کرنا ہے۔

عموماً وضعی قوانین خالص انسانی فضیلت اور حقیقی عدل و انصاف کے حصول پر مبنی نہیں ہوتے ان کی بنیاد لوگوں کی عرف و عادات یا ان کے درمیان رائج امور پر ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ حکومتیں اولاً خود اپنی حفاظت اور من مانی کرنے کے لیے قانون وضع کرتی ہیں خواہ اس سے معاشرہ کی اصلاح عادلانہ بنیاد پر ممکن ہو یا نہ ہو اور پھر ان قوانین میں اپنی حسب منشاء آئے دن ترامیم کرتی رہتی ہیں۔ جن سے انسانی فضیلت کے معیار اور قیام کا کوئی تصور براہِ راست وابستہ نہیں ہوتا ہے۔ حاکم اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں یا نفاذ سزا میں معاشرہ کو طبقات میں تقسیم کر دیتے ہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دستور سازی، اس کی تنسیخ اور ترامیم کی تاریخ اس کی واضح مثالیں ہیں۔ شریعتِ اسلامی میں سزا کے نفاذ سے دو بنیادی اہداف وابستہ ہیں۔

① انسانیت کی فضیلت کا قیام اور معاشرہ سے رذائل کا خاتمہ

② منفعت اور مصلحتِ عامہ

اسلامی نقطۂ نظر سے شرعی سزائیں انسانوں کی حقیقی مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور حقیقی مصلحت کبھی ذاتی ہوتی ہے(7) اور کبھی اضافی ہوتی ہے(8) اسلام مصلحت حقیقی اور اضافی کی نگہداشت کرتا ہے اور اس کے حصول کی خاطر ارتکاب جرم پر سزا مرتب کرتا ہے۔(9)

اسی بناء پر شریعت کی نگاہ میں مصالح کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی اور دوسری اضافی۔

شریعت اسلامی جن جرائم پر حدود جاری کرنے کا حکم کرتی ہے وہ مصالح حقیقی کے حصول کے لئے ہیں۔ جو ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے لئے ہیں اس لیے شریعت میں ان جرائم کی سزاؤں کا تعین کر دیا گیا ہے جن کو شریعت کی اصطلاح میں حدود کہا جاتا ہے۔

جو مصلحتیں اضافی ہیں اور زمانوں اور انسانوں کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں ان کے خلاف جرائم کے لئے تعزیر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جس کی تفتیش اور مقدار کا فیصلہ جرم کی نوعیت کے پیش نظر حاکم، قاضی یا مقنّنہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اسلام سزا کے سلسلہ میں جس مفادِ انسانی کو پیش نظر رکھتا ہے وہ مادی اور معنوی دونوں قسم کے مفاد ہیں ان کی بنیاد ذاتی خواہش، میلان طبع یا نفرت و بیزاری پر نہیں ہوتا بلکہ عام انسانی ضرورت اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔

منشیات اپنی مختلف اقسام کی وجہ سے ایک ایسا جرم ہے جس کی وجہ سے معاشرہ کا ہر فرد کسی نہ کسی صورت متاثر ہوتا ہے پورا معاشرہ اس کی زد میں آتا ہے اس لئے منشیات اگر ایک طرف کسی خاص فرد کے خلاف جرم ہے تو دوسری طرف یہ پورے معاشرے کے خلاف ایک اذیت ناک جرم ہے۔ نشہ میں مدہوش شخص اپنے عقل اور جسم کو تباہ کرتا ہے۔ چونکہ انسان کا اپنا جسم اس کی اپنی ملکیت نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اس لئے اس جسم کو نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے خلاف جرم بنتا ہے۔ مذکورہ امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس جرم کی سزا متعین ہونی چاہیے۔

جرم منشیات کے عمومی ارکان

جرائم دراصل وہ شرعی ممنوعات ہیں جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے یہ ممنوعات اوامر ونواہی دونوں شکل میں ہوتے ہیں یہ ممنوعات نصوص شریعت سے ثابت ہوتی ہیں۔ عمومی لحاظ سے جرم منشیات کے تین بنیادی ارکان ہیں جن کا موجود ہونا ضروری ہے۔

جرم منشیات کا قانونی رکن

کسی جرم کے قانونی رکن سے مراد وہ احکام ہیں جو اس جرم سے باز رکھنے اور اس کے ارتکاب پر سزا بیان کرنے والے ہوں۔

شریعتِ اسلامیہ میں کسی فعل کو جرم قرار دینے کے لیے کسی ایسی نص (دفعہ) کا موجود ہونا ضروری ہے جو اس فعل کو حرام قرار دے اور اس کے کرنے پر سزا بیان کرے، اسی کو ہم آج کی اصطلاح میں جرم کی قانونی بنیاد کہتے ہیں

کسی فعل کو حرام قرار دینے والی اور اس کے ارتکاب پر سزا بیان کرنے والی نص (دفعہ) کا محض موجود ہونا ہی اس امر کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہر فعل پر ہر وقت، ہر جگہ اور ہر شخص کو سزا دی جا سکے، بلکہ فعل ممنوع پر سزا دینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دفعہ جو اس فعل کو ممنوع قرار دیتا ہے اس فعل کے ارتکاب کے وقت قانوناً نافذ ہو۔

اس مقام پر بھی نافذ ہو، جہاں ارتکاب فعل ہوا ہے اور اس شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہو جس نے اس فعل ممنوع کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس فعل پر سزا جاری نہیں ہو سکے گی۔

منشیات کو حرام قرار دینے والی نصوص

منشیات کو حرام قرار دینے والی نصوص ذکر کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نفاذ سزا کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی قواعد کا تذکرہ کیا جائے۔

① ''نص کے وارد ہوئے بغیر ذی عقل انسانوں کے فعل پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا(10)۔

② ''اشیاء اور افعال میں اساس اور اصل جواز ہے'' (11)۔

③ جس شخص سے جرم سرزد ہوا ہے اس کا مکلّف ہونا ضروری ہے۔

ہر فعل اور ہر ترک فعل بنیادی طور پر مباح اور جائز ہے اور جب تک اس کی تحریم پر کوئی نص وارد نہ ہو اس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تینوں قواعد میں سے ایک ہی مفہوم نکلتا ہے اور وہ یہ کہ کسی فعل یا ترک فعل کو اس وقت تک جرم سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ جب تک فعل یا ترک فعل پر کوئی نص صریح موجود نہ ہو اور اگر کوئی نص فعل یا ترک فعل کی حرمت پر وارد نہیں ہے تو پھر فاعل یا تارک فعل پر کوئی جواب دہی نہیں ہے۔ چونکہ شریعتِ اسلامیہ میں حرام افعال کے صرف تحریم سے جرم نہیں سمجھے جاتے بلکہ سزا کے مقرر ہونے پر جرم بنتے ہیں خواہ سزا حد ہو یا تعزیر ہو تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شریعتِ اسلامی میں کوئی فعل اس وقت تک جرم نہیں ہے جب تک اس فعل کی تحریم اور اس کی سزا پر نص موجود نہ ہو۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جس نشہ آور مشروب سے متعلق احکام کا ذکر بکثرت ملتا ہے وہ ''خمر'' ہے جو تدریجاً حرام قرار دیا گیا ہے (12)۔

شراب سنہ دو ہجری میں غزوۂ احد کے بعد حرام ہوئی تھی۔ بقول مفسرین اس کے حرام ہونے کی بنیاد چار آیات ہیں۔ سب سے پہلے مکہ معظّمہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَراً وَرِزْقاً حَسَناً﴾ (13)

''لوگو! تم کو کھجور اور انگور سے منشّی اشیاء اور اچھی روزی حاصل کرتے ہو''۔

پس مسلمان شراب پیتے تھے اور یہ انہیں حلال تھی۔ اس کے بعد سیدنا عمر بن الخطاب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! شراب کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ اس سے تو عقل بھی جاتی رہتی ہے اور مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (14)

''اے پیغمبر! تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ شراب پینا اور جوا کھیلنا گناہِ کبیرہ ہے البتہ اس میں کچھ لوگوں کا فائدہ ہے''۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کچھ لوگ شراب پیتے رہے اور کچھ لوگوں نے پینا چھوڑ دیا پھر ایک موقع ایسا آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی دعوت کی لوگ اس مجمع میں شراب پی پی کر مست ہو گئے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو یہ آیت ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ (15) کی بجائے، ﴿أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ پڑھ گئے ''یعنی اے کافرو! ہم اس کی پرستش نہیں کرتے جس کی تم کرتے ہو کی بجائے یہ کہا کہ ہم اُس کی پرستش کرتے ہیں جس کی تم کرتے ہو''۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ (16)

''مسلمانو! نشہ میں ہوتے ہوئے نماز کے قریب مت جاؤ جب تک کہ تمہیں اتنا معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔

اس کے بعد پینے والے اشخاص بہت کم ہو گئے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت عثمان بن مالک نے انصار کی ایک جماعت کو دعوت دی لوگوں نے شراب پی لی اور نشہ کے عالم میں آپس میں جھگڑ پڑے اور مار پیٹ کرنے لگے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُعا فرمائی کہ:

''یا اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم نازل فرما''۔

تب یہ آیت:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾(17)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دُشمنی ڈلوا دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے؟''۔

نازل ہوئی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ((انتهينا يا رب !)) ''یعنی خداوند ہم نے شراب نوشی چھوڑ دی'' (18)

اس طرح بتدریج شراب نوشی کے حرام ہونے کا حکم نازل فرمائے جانے میں یہ حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ لوگ شراب نوشی کے عادی ہیں اور اس سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اگر یک لخت اس کی ممانعت کر دی گئی تو یہ انہیں بہت ناگوار ہوگا لہذا حکمت یہی تھی کہ اس کی ممانعت بتدریج آسان طریقے سے کی جائے۔

بعض علماء کا مؤقف ہے کہ سورۃ بقرہ کی اس آیت سے شراب کا حرام ہونا تین طرح سے ثابت ہوتا ہے:

ایک تو یہ کہ شراب کا پینا گناہ ہے اور گناہ کا ارتکاب حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾(19)

''اے پیغمبر ﷺ! یہ بتا دو کہ میرے رب نے کھلی اور چھپی ہر طرح کی برائیوں اور گناہ اور ناحق بغاوت کرنے کو ''حرام'' قرار دیا ہے''۔

ان دونوں آیات کو ملا کر دیکھنے سے شراب کا حرام ہونا ثابت ہوا۔

دوسرے یہ کہ لفظ ﴿إِثْم﴾ سے مراد عذاب ہے جو امر موجب عذاب ہو وہ گناہ ہے۔ اور جو امر موجب

عذاب ہو یا گناہ ہو اُسے حرام ہی کہا جائے گا۔

تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا﴾ ''یعنی ان دونوں میں گناہ بہت زیادہ ہے بہ نسبت فائدے کے'' اس سے واضح ہوا کہ آیت میں شراب وقمار کی بابت گناہ اور عذاب کی زیادتی بتائی گئی ہے لہذا وہ حرام ہوئی۔

عقل خیر وشر میں امتیاز کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے جو چیز اس قوت امتیاز پر پردہ ڈال دے وہ حرام ہے کیونکہ جب عقل پر پردہ پڑ جائے تو بندہ ان فرائض کے خیال سے غافل ہو جاتا ہے۔ جن کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ دراصل عقل وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو تمام مخلوق پر شرف بخشا ہے اور جس کی وجہ سے وہ زمینی اشیاء کو مسخر کرتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سمجھ بوجھ کی یہی صلاحیت ہے جس سے انسان صحیح اور غلط، حلال اور حرام خیر اور شر میں امتیاز کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی صلاحیت کی قدر وقیمت کی وجہ سے شراب کو حرام فرمایا۔ کیونکہ شراب اس پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ شراب کو ''مسکر'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ''مسکر'' کا معنی ہے دروازہ بند کرنے والا۔ اور شراب عقل کے دروازے کو بند کر دیتی ہے۔ عرب میں مروّج شراب کی تفصیلات مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام نے اپنی تالیفات میں بیان کی ہیں۔ یہاں ان کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں (20)۔

شراب نوشی میں بہت زیادہ گناہ ہے یہ شیطانی عمل ہے۔ نجس اور اُمّ الخبائث ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں اس کے بارے میں مختلف القابات کا ذکر ملتا ہے مثلاً اُم الفواحش، اکبر الکبائر ماں اور پھوپھی سے برائی کرنے والا جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں ((مدمن الخمر)) کو عابد وثن قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی ارشاد نبوی ﷺ ہے ((من شرب الخمر خرج نور الایمان من جوفه)) ''یعنی شراب پینے والے کے باطن سے ایمان کا نور جاتا رہتا ہے''۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔

امام ابو زہرہ نے اپنی کتاب ''الجریمه والعقوبة'' میں لکھا ہے:

((الخمر ام الخبائث وأم الشرور والاثام والجرائم ومدعاة الفجور والانحراف ومفسدة الجسم والعقل والنفس))(21)

آئمہ ثلاثہ یعنی مالکیہ، احناف اور حنابلہ کے نزدیک شراب نوشی کی سزا بطور حد 80 دُرّے ہیں جب کہ شوافع

کے نزدیک 40 دُرّے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مذہب کے اپنے دلائل ہیں جن کی تفصیل مذکورہ مذاہب کی فقہی کتب میں موجود ہے (22)۔ خمر کے علاوہ دوسرے اشیاء مثلاً شیرے (نبیذ) کے بارے میں علمائے احناف کی رائے یہ ہے کہ اس پر حد صرف اس صورت میں نافذ ہوگی جب وہ نشہ آور ہو جائے اگر نشہ آور نہ ہو تو وہ حلال ہے (23)۔

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ ہر مشروب جسے زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ ہو جائے اسے کم مقدار میں پینا بھی حرام ہے اور اسے خمر کہا جائے گا اور پینے والے کو حد کے مطابق سزا دی جائے گی۔

شراب کے علاوہ دوسری منشیات کا حکم

بعض اشخاص کا خیال ہے کہ شراب کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً بھنگ، افیون اور دوسرے زہریلے پودے حلال ہیں۔ کیونکہ عہد رسالت ﷺ میں یہ اشیاء موجود نہ تھی اور نہ ان کے حرام ہونے کی بابت کوئی صراحت موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ یہ تمام خواب آور مشروبات بھنگ اور افیون وغیرہ حرام ہیں بعض فقہاء نے افیون، بھنگ، ہیروئن وغیرہ خطرناک قسم کی منشیات کو خمر سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا ہے۔ شراب اور دیگر منشیات کی عِلّت مشترکہ عقل پر پردہ ڈالنا اور انسانی جسم کو شدید نقصان پہنچانا ہے۔ نشہ کرنے والا سخت مزاج، سریع الغضب اور ہر وقت معصیت الٰہی کے فکر اور سوچ میں لگا رہتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ گناہ کے ارتکاب میں بڑا اجراتمند اور اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے والا بن جاتا ہے۔ دین، نفس انسانی، عقل اور معاشرے کے خلاف نشہ کے نقصانات ان گنت ہیں۔ مصر اور سعودی عرب کے علماء بورڈ نے صراحت کی ہے کہ ان اشیاء کے استعمال میں بڑا نقصان اور بکثرت خرابیاں ہیں۔ عقل زائل ہونے اور جسم کی ہلاکت کے علاوہ اس میں اور بھی بڑی بڑی مضرتیں اور خرابیاں ہیں اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ شریعت اس کے ارتکاب کی اس لیے اجازت دے دے کہ اس کی برائیاں حرام ہونے کی برائی سے کم ہیں (24)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''السیاسۃ الشرعیہ'' میں لکھا ہے کہ:

> ''بھنگ حرام ہے اور اس کے پینے والے کو اسی طرح سزا دی جائے گی جس طرح شراب پینے والے کو''۔

رسول کریم ﷺ سے ''مسکر'' کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں۔ ان کا ماحصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈالتی ہے۔ اور نشہ دلاتی ہے۔ وہ حرام ہے اس میں مطبوخ، غیر مطبوخ اور پینے یا کھانے کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ یہ ساری چیزیں حرام ہیں۔ متقدمین فقہائے کرام نے منشیات کی اقسام کو بالاستیعاب ذکر اس لیے نہیں کیا ہے کہ زیادہ تر منشیات چھٹی صدی یا اس کے قریب زمانے میں نمودار ہوئیں (25)۔

علامہ ابن عابدین نے کہا ہے کہ:

''افیون اس زمانے کی بیماری ہے۔ اور اس کو اگر مسلسل چار دن تک کھایا جائے اور پھر چھوڑ دیا جائے تو موت واقع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے'' (26)۔

بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص نے حشیش کو حلال سمجھا وہ کافر ہو گیا حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ:

''جس نے حشیش کا کاروبار کیا وہ زندیق ہو گیا''۔

((وحکی القرافی وابن تیمیه الاجماع علی تحریم الحشیشة قال ومن استحلها فقد کفر وانما لم یتکِلم فیها الأئمة الاربعه لانهالم تکن فی زمنهم وانما ظهرت فی اخر المائة السادسة))

''قرافی اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ نے حشیش کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو شخص اس کو حلال سمجھتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔ آئمہ اربعہ نے اس سے بحث اس لیے نہیں کی ہے کہ ان کے زمانے میں منشیات کی یہ اقسام موجود نہ تھیں۔ یہ اقسام چھٹی صدی ہجری کی پیداوار ہیں''۔

جہاں تک شراب کے علاوہ دوسری منشیات کا تعلق ہے۔ احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق خمر کے علاوہ دوسری منشیات کی خرید و فروخت اور کھانے یا پینے والے پر حد کی سزا نہ ہوگی بلکہ اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ کیونکہ خمر کی حرمت قطعی ہے اور قرآن و سنت سے ثابت ہے جب کہ دیگر اشیاء کی حرمت ظنی دلیل سے ثابت ہے اس لیے اس کو حلال قرار دینے والا کافر نہیں سمجھا جائے گا۔ لیکن خمر کو حلال قرار دینے والا کافر ہوگا اور اس پر حد نافذ ہوگی۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ((کل مسکر حرام)) "ہر نشہ آور شے حرام ہے"۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((ان من الحنطة خمراً، ومن الشعیر خمراً، ومن الزبیب خمراً، ومن التمر خمراً ومن العسل خمراً، وانا انھی کل مسکر)) بروایت ابوداؤد وغیرہ "یعنی گندم سے بھی شراب بنتی ہے، جو سے بھی کشمش سے بھی، کھجور سے بھی اور شہد سے بھی اور میں ہر نشہ آور شئے سے منع کرتا ہوں"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کل مسکر خمر و کل مسکر حرام)) "یعنی ہر نشہ آور (خمر) ہے اور ہر (خمر)) حرام ہے۔ یہ دونوں روایتیں صحیح مسلم میں آئی ہیں(27)۔ بھنگ اور دوسری منشیات کا علاج کی غرض سے کم مقدار میں استعمال جائز ہے اس لئے کہ ان اشیاء کی حرمت بعینہٖ نہیں ہے بلکہ بوصفہ ہے یعنی ان کے ضرر کی وجہ سے ہے(28)۔

شریعت کی بنیادی خصوصیت مفادِ عامہ کا حصول اور فساد و ضرر کا ازالہ کرنا ہے اس لئے جو نت نئے جرائم پیدا ہوتے ہیں ان کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شریعتِ اسلامی کے زرّیں اصول یعنی مقاصدِ شریعت اور مصلحتِ عامہ کے اصول نیز جرائم کے ارکان اور جرائم سے متعلق قوانین کی تعبیر وتشریح کا بغور جائزہ لیا جائے۔

منشیات کا حکمِ شرعی حرمت ہے اور یہ منشیات کا قانونی رکن ہے اس طرح باقاعدہ قانونی شکل میں اس وقت فرمان نفاد (حد) امتناع منشیات 1979ء اور Control of Narcotic Substance Act. 1997 نافذ ہے اور اس پر عمل ہو رہا ہے ان قوانین میں منشیات کی کاشت، منشیات سازی اس کا استعمال ترسیل وغیرہ جو طبّی، اور سائنسی اغراض کے علاوہ ہوں جرم قابل سزا قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت میں کسی شخص کو قانون سازی کا کوئی اختیار حاصل ہے؟ فقہائے کرام نے اس بارے میں تصریح کی ہے کہ جرائم اور سزاؤں کا ایک بہت بڑا حصہ، اس کی تفصیلات وغیرہ شارع نے اولوالامر یعنی مقنّنہ پر چھوڑ دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم ﴾(29)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو صاحبِ اختیار ہیں ان کی بھی''۔

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں حاکم حالات اور زمانے کی مناسبت سے اس بارے میں قانون سازی کر سکتا ہے (30)۔ اسلامی شریعت کے ماہرین کے نزدیک قرآن، سنّت اور مصلحتِ عامہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے خلیفہ یا اس وقت کے مقنّنہ کو اس حد تک اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے زمانے اور علاقائی حدود کے اندر کسی فعل کو جرم قرار دے اس طرح اس کے بالعکس بھی جائز ہے (31)۔

ڈاکٹر محمد فاروق النبہان نے لکھا ہے کہ:

''شریعتِ اسلامی جلب مصالح اور دفع مفاسد کے اصولوں پر قائم ہے اور اگر کسی انسان کے تصرفات سے معاشرہ پر کوئی ضرر مرتب ہوتا ہو تو اس شخص کو اپنے اس خاص مصلحت سے روکا جائے گا۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کا یہ ایک مسلّمہ قاعدہ ہے۔ درء المفاسد مقدّم علی جلب المصالح'' (32)۔

ڈاکٹر عبدالقادر عودہ شہید نے لکھا ہے:

''تعزیری جرائم سے متعلق مقنّنہ کی آراء علاقہ اور عادات کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اس لیے کسی ملک کا کوئی قانون اگر کسی فعل کو مباح قرار دیتا ہے اور دوسرا ملک اس فعل کو حرام قرار دیتا ہے اور اس پر سزا مرتب کرتا ہے تو یہ جائز ہے'' (33)۔

اس کی حکمت پر بحث کرتے ہوئے عبدالعزیز عامر لکھتا ہے کہ:

''کوئی فعل اپنی ذات میں مباح ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایک مفسدہ کے لیے ذریعہ بنتا ہے۔ اکثر فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ مباح فعل فقہی قاعدہ سدّ الذرائع کی وجہ سے حرام بن جاتا ہے اور اس فعل پر تعزیری سزا دی جائے گی'' (34)۔

ڈاکٹر عبدالحمید متولّی نے ایک خوبصورت مثال سے اس قاعدہ کی وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''اگر کسی علاقے کے باشندے انگور کے باغات اس لیے لگاتے ہیں کہ وہاں شراب کے

کارخانے لگا کر اس سے شراب تیار کریں تو خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس علاقہ میں انگوروں کی کاشت پر پابندی عائد کرے"(35)۔

وفاقی شرعی عدالت کے سامنے Control of Narcotic Substance Act. 1997 کے دفعہ نمبر 79 کو قرآن اور سنت سے متصادم ہونے کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا۔ درخواست دہندہ کا مؤقف یہ تھا کہ: تعزیری سزا حد کی سزا سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے۔ عدالت نے قرار دیا کہ حاکم فساد فی الارض کی بنیاد پر جرم اور مجرم کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سزائے موت دے سکتا ہے۔ قانون کے مذکورہ دفعات احکام اسلام سے متصادم نہیں ہے(36)۔

تعبیر وتشریح کے لئے لازمی اصول

ماہرین اصول فقہ نے شریعت کی نصوص کی تعبیر وتشریح کے لیے کچھ ایسے اصول وضوابط مقرر کیے ہیں جن کی پابندی لازمی ہے۔ یہ قواعد نصوص میں وارد ہونے والے احکام اور ان احکام کی علتوں کی چھان بین اور پرکھ کے بعد اخذ کئے گئے ہیں۔ شریعت اور روح شریعت سے اخذ کردہ یہ اصول اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شریعت کا مقصد مجموعی مفادات کی تکمیل ہے۔ اسی لیے جہاں کچھ نصوص اجتماعی حقوق کو تحفظ دیتی ہیں وہاں دیگر نصوص حقوق افراد کا تحفظ کرتی ہیں اور بعض نصوص میں اجتماعی حقوق اور انفرادی حقوق بیک وقت ملحوظ ہوتے ہیں چنانچہ جن مسائل میں نصوص موجود نہیں ہیں ان کے احکام معلوم کرنے کے لیے فقیہ اور قاضی امور بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کرتا ہے۔

تحریم وتحلیل کے ضمن میں شارع کے عمومی مقاصد

شارع نے بلا مقصد احکام وقوانین جاری نہیں کئے بلکہ احکام وقوانین میں عمومی مقاصد کارفرما ہیں۔ اس لیے نصوص کو حقیقی معنی میں اس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں ہے، جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ فلاں نص کو جاری کرنے سے شارع کا مقصد اصلی کیا ہے، کیونکہ نصوص کے الفاظ اور اس کی عبارتیں متعدد وجوہ کی بناء پر متعدد معنی پر دلالت کرسکتی ہیں اور کسی ایک معنی کو اس وقت تک ترجیح نہیں دی جاسکتی جب تک خود شارع کا مقصد معلوم نہ ہو جائے، نیز نصوص میں تعارض کی صورت میں یہ تعارض اس وقت ختم ہوگا اور متعارض نصوص میں اس وقت ہم آہنگی

قائم ہو گی جب شارع کے مقصد کا علم ہو جائے گا۔ قانون اسلامی پر تحقیق کرنے والے کے لیے اور شریعت کی نصوص کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ قانون سازی سے شارع کے مقاصد کیا ہیں؟ وہ کون سے واقعات تھے جن میں قرآن کی نصوص نازل ہوئی تھیں اور کس قسم کے حالات میں سنت کی نصوص ارشاد فرمائی گئی تھیں۔ قرآنی آیات کے اسباب نزول اور احادیث کے اسباب ورود تفسیر وحدیث کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں، ماہرین اصول نے شریعت کے عمومی مقاصد کو تین مقاصد یعنی ضروریات، حاجیات اور تحسینیات پر منحصر کر دیا ہے (37)۔

اگر حکم تحسینی پر عمل سے کسی لازمی حکم میں خلل پیدا ہوتا ہو تو حکم تحسینی کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ جیسے کسی زخم وغیرہ کے علاج کے لیے ستر کھولنا جائز ہے کیونکہ ستر امر تحسینی ہے جب کہ علاج ضروری ہے اور جیسے دوا کے لیے اور ضرورت کے وقت ناپاک شئے کا استعمال درست ہے کیونکہ ناپاکی سے بچنا امر تحسینی ہے اور علاج کرنا ضروری ہے۔

احکام ضروریہ کو اسی وقت نظر انداز کیا جا سکتا ہے، جب ان کی نسبت زیادہ ضروری احکام موجود ہوں اور پہلے احکام پر تعمیل سے ان زیادہ ضروری احکام میں خلل آتا ہو۔

اصول یہ ہے کہ اگر ایسی صریح نص موجود ہو جس کا ورود اور دلالت قطعی ہو تو اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس نص کا ورود قطعی ہے، یعنی اللہ اور رسول کی جانب سے اس کے ورود میں کوئی شبہ نہیں ہے اور چونکہ اس کی دلالت قطعی ہے اس لیے اس کے معنی بھی محل بحث نہیں ہیں۔ اس زمرے میں قرآن کی وہ آیات آتی ہیں جو مفسر اور محکم ہیں۔

منشیات کے مقدمات کی سماعت کرنے والی عدالتوں کو چاہیے کہ وہ نصوص کے سمجھنے میں ان قواعد سے مدد لے کر ان نصوص کی مراد اور مقصد کا پتہ چلائیں اور یہ معلوم کریں کہ کون کون سی جزئیات ان نصوص کے تحت داخل ہیں۔ ان قواعد سے عدالت کو یہ علم بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ کون سی نصوص ہیں جن کی تطبیق لازمی ہے اور خود عدالت کو نص کی تعبیر اور اسے بروئے کار لانے یا کالعدم قرار دینے کے کس قدر اختیارات حاصل ہیں۔ اگر ایک طرف دیوانی عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان قواعد کو وسعت کے ساتھ منطبق کرے اور نص کی تعبیر و تطبیق میں قیاس، عرف اور انصاف کے تقاضوں سے مدد لے تو دوسری طرف فوجداری عدالت پابند ہے کہ وہ نص کی تعبیر و

تطبیق کے سلسلے میں صرف اس صورت حال پر اعتماد کرے جو اس کے سامنے آئی ہے۔ فوجداری عدالت از خود قیاس عرف یا استحسان سے کسی جرم یا سزا کی تخلیق نہیں کرسکتی، اگرچہ جو صورت حال اس کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ وہ اخلاق فاضلہ کے سراسر منافی ہو۔ غرض کیسے ہی حالات و اعتبارات کیوں نہ ہوں فوجداری عدالت کو نص صریح کی خلاف ورزی کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ وہ شریعت کے ان دو اساسی اصولوں کی پابند ہے۔

1- رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان:

((ادرؤ الحدود بالشبهات))(38) ''شبہات میں حدود ساقط کرو''۔

2- آپ ﷺ کا یہ فرمان:

((فان الامام ان يخطى فى العفو خير من ان يخطئ فى العقوبه))(39)

''امام کا معاف کر دینے میں غلطی کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے''

ملک میں قانون کا نفاذ ایک ضروری امر ہے۔ لیکن اگر کسی بھی علاقے یا جگہ پر قانون کے نفاذ سے خون خرابہ کا اندیشہ ہو تو انسانیت کو بچانے کے لیے قانون کے نفاذ کو مؤخر کیا جا سکتا ہے کیونکہ انسانیت کو بچانا قانون نافذ کرنے کے نسبت زیادہ ضروری امر ہے اس وقت عوام الناس کو قوانین کے نفاذ کی حکمت اور فوائد کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ لوگوں میں قوانین کے احترام کا شعور بیدار ہو سکے۔ اس طرح اگر کسی جرم کے لیے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ سزا مقرر کی گئی ہو تو قاضی کا اختیار صرف اتنا ہے کہ وہ ان دونوں حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے اجتہاد سے کسی مناسب سزا کا تعین کرے کیونکہ اولوالامر کا کام تعزیری نظام کا وضع کرنا اور اس کے لیے حدود متعین کرنا ہے اور قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے اور قانون کے مطابق چلے۔ اس لیے وہ کسی جرم میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار سے زیادہ سزا نہیں دے سکتا(40)۔

جرم منشیات کا مادی رکن

مادی رکن سے مراد کسی ایسے عمل کا ارتکاب جن کے کرنے یا نہ کرنے سے جرم بنتا ہو تو یہ جرم کا مادی رکن کہلاتا ہے۔ جرم کا مادی رکن اس وقت وجود میں آتا ہے جب فعل ممنوع کا ارتکاب کرلیا جائے، خواہ وہ جرم ایجابی ہو یا سلبی ارتکاب جرم میں یہ بھی ہوتا ہے کہ مجرم فعل ممنوع کو پورا کرے تو اس صورت میں یہ جرم تام مکمل جرم ہوگا۔

فقہائے کرام نے آغازِ جرم کے بارے میں کسی خاص اصول کو وضع کرنے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ حدود کفارہ کی سزا ان متعین جرائم پر دی جاتی ہے۔ جن کو عملاً مجرم نے مکمل کرلیا ہو اس لیے ہر فعلِ حرام کے آغاز پر تعزیری سزا دی جائے گی اور ہر قابل سزا آغاز فی حد ذاتہ معصیت، یعنی جرم تام متصور ہو گا اگرچہ وہ ان اعمال کا ایک جز ہو جن سے جرم تام مکمل ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ جز خود بذاتہ ممنوع ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ ایک فعل بذات خود ایک معین جرم ہو مگر دوسرے فعل سے مل کر ایک اور نوعیت کا جرم بن جائے۔

کوئی شخص جب کسی نشہ آور چیز کو طبی یا دیگر جائز مقاصد کے بغیر ناجائز مقصد کی خاطر بناتا ہے یا کاشت کرتا ہے تو یہ ایک معصیت ہے اس طرح کوئی شخص اس نشہ آور چیز کو خریدتا ہے تو وہ معصیت کا مرتکب ٹھہرا اور جب اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہے تو یہ ایک الگ معصیت ہے یہ تمام افعال الگ الگ جرائم ہیں کیونکہ اولوالامر نے اس سلسلے میں ہر فعل کو الگ الگ جرم قرار دیا ہے اور یہ قوانین نصوص شرعیہ سے متصادم نہیں ہیں اس لئے کہ یہ شریعت کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں (41)۔

جرم منشیات کا اخلاقی رکن

ادبی یا اخلاقی رکن سے مراد یہ ہے کہ مجرم ایک مکلّف شخص ہے اور اس سے اس کے جرم کی باز پرس ہوسکتی ہے۔ یہ جرم کا ادبی رکن ہے ان تمام ارکان کا عمومی حیثیت سے ہر جرم میں موجود ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس جرم پر سزا دینا ممکن ہو سکے۔

قرونِ وسطیٰ میں ہر چیز انسان، حیوان اور جمادات تک فوجداری مسؤلیت کی زد میں آتے تھے ہر انسان خواہ وہ بالغ مرد ہو یا بچہ سمجھدار ہو یا نہ سمجھ اپنے ارادے کا مالک ہو یا نہ ہو، اس کے حواس درست ہوں یا حواس کھو بیٹھا ہو اس طرح افعال ممنوعہ کی تحریم پہلے سے متعلق نہیں ہوتی تھیں۔ سزائیں بھی بیشتر متعین نہ ہوئی تھیں بلکہ عدالت کی صوابدید پر موقوف ہوتی تھیں۔

شریعتِ اسلامیہ صرف زندہ اور مکلّف انسان کو مسؤل قرار دیتی ہے، موت سے اس کی تمام ذمہ داریاں اور مسؤلیت ساقط ہو جاتی ہے۔

قانونی طور پر مکلّف سے مراد وہ شخص ہے جو مکلّف ہونے کی وجہ سمجھ سکتا ہو، اور جس بات کا اس کو مکلّف بنایا جا رہا ہے اس کا مکلّف بننے کا وہ اہل ہو۔ اور شرعاً کوئی شخص اسی فعل کا مکلّف قرار دیا جا سکتا ہے جو ممکن ہو، مکلّف کی قدرت میں ہو، اور مکلّف کو اس کا اس قدر علم حاصل ہو جو اسے اس حکم کی انجام دہی پر آمادہ کر سکے (42)۔

شریعت بچوں سے درگزر کرتی ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں، کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾(43)

''اور جب تمہارے لڑکے بلوغ کو پہنچ جائیں تو انہیں بھی (گھر میں داخلے سے) اجازت لینا چاہیے جیسا کہ اگلے لوگ اجازت لے چکے ہیں''۔

اور فرمانِ رسول ﷺ ہے:

''تین اشخاص جواب دہ نہیں ہیں، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے اور مجنون جب تک اس کی ذہنی حالت بحال نہ ہو جائے'' (44)۔

شریعت اسلامیہ مکرہ (مجبور) اور بے شعور شخص پر مواخذہ نہیں کرتی، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾(45)

'بجز اس صورت کے کہ اس پر زبردستی کی جائے دراں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو'

اور فرمانِ الٰہی:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾(46)

''لیکن جو شخص مضطر ہو جائے اور نہ بے حکمی کرنے والا اور نہ حد سے نکل جانے والا ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''میری اُمت سے خطاء اور نسیان معاف ہیں اور وہ افعال بھی معاف ہیں جن پر کسی کو مجبور کیا گیا ہو'' (47)۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی ایسے ملک میں رہائش پذیر ہو جہاں حرام کے کاروبار کو عمومی حیثیت حاصل ہو جب کہ اس مسلمان کے لیے یہاں سے نقل مکانی ممکن نہ ہو اور اس کے لیے حلال کاروبار کے راستے بھی مسدود ہو چکے ہوں اور ان حالات کا بدل دینا اس شخص کی استطاعت میں بھی نہ ہو تو شریعت اسلامی کی رُو سے اس شخص کے لیے بوجہ ضرورت یہ فعل جو حرام لذاتہ ہے مباح ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ بڑی مشقت میں پڑ جائے گا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حکم شریعت کے مقاصد سے قریب تر ہے اگرچہ عین اس حکم پر کوئی نص وارد نہیں ہے۔

اسلام ماحول کے اثرات سے پیدا ہونے والے حالات کا پوری طرح ادراک کرتا ہے اور اس حق کو تسلیم بھی کرتا ہے یعنی یہ فعل تو بذاتہ اور اصلاً حرام ہے لیکن اس ماحول اور معاشرہ کی وجہ سے عفو کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے تاکہ اہل ایمان کے اوپر حرج واقع نہ ہو۔

بعض فقہاء کی رائے مالکیہ کی رائے سے مختلف ہے ان کی رائے میں ماحول کے اثرات کی وجہ سے کسی فعل کا وصف یعنی حکم بدلتا نہیں بلکہ اس میں کمزوری آجاتی ہے۔ لہذا اس شخص کی مسؤلیت اور ارتکابِ جرم پر سزا میں بھی کمزوری آجاتی ہے۔

یاد رہے کہ اس حرام کی اباحت صرف اس صورت میں ہے کہ مسلمانوں کے لیے کوئی اور حلال ذرائع کسب موجود نہ ہوں (48)۔

اسلام میں جرم کی سزا صرف جرم کرنے والے مجرم کو دی جاتی ہے مجرم کے باپ دادا یا اولاد کو اس کی سزا نہیں دی جاتی۔ شریعت کا اساسی قاعدہ ہے۔

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (49)

''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور انسان کو صرف اپنی ہی کمائے ملے گی''۔

اس لیے ہر انسان صرف اپنے جرم پر مسوئل ہے اور کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ مسوئل نہیں ہے، خواہ اس کا مجرم سے کوئی بھی تعلق کیوں نہ ہو۔

شریعت کا ایک اساسی قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب تک کسی فعل کی حرمت کو بیان نہ کیا جائے اس فعل کا کرنا جائز ہے اور جب اس کی حرمت بیان کر دی جائے تو اس پر سزا اس وقت سے ہے جب وہ قانون لوگوں کے علم میں آ جائے اور اس قانون کے علم میں آنے سے پہلے کیا گیا فعل ممنوع عفا اللّٰہ عما سلف کے حکم میں داخل ہے۔ الا یہ کہ نص میں اس کی تصریح کر دی گئی ہو۔ لیکن یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قرآن اور سنت میں حدود کی جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ محکم کے درجہ میں ہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ کے وصال اور قرآن کریم کے مکمل ہونے کے اعلان کے بعد اس میں نسخ نہیں ہو سکتا اس لیے ان قوانین کو محکم کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

خلاصہ بحث

① شریعتِ اسلامیہ کے احکام مقاصدِ خمسہ یعنی حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل اور حفظ مال کے حصول کے لیے ہیں۔

② شریعتِ اسلامی کا بنیادی مقصد عدل کا قیام ہے۔ اس عدل کے قیام کے لیے قوانین بنائے گئے ہیں اگر کوئی قانون عدل کے قیام میں رکاوٹ بنتا ہو یا قانون پر عمل کرنے سے عدل کے تقاضے پورے نہ ہوتے ہوں تو قانون کے نفاذ کو معطل کیا جائے گا۔

③ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔

④ منشیات سے انسانی عقل میں فتور آ جاتا ہے اور یہ عقلی فتور بے شمار جرائم کا سبب بنتا ہے اس لیے شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

⑤ شریعتِ اسلامیہ میں اولوالامر کو وسیع اختیارات حاصل ہیں وہ احکام شریعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کسی فعل مباح کو حرام قرار دے سکتے ہیں یا کسی ایسے فعل یا ترک فعل کے لیے نصوص شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد کر سکتے ہے۔

⑥ اگر منشیات کی کسی قسم کا ذکر قرآن یا سنت میں نہ بھی ہوا ہو یا وہ جدید تحقیق شدہ ہو تو بھی اولوالامر کی ذمہ داری ہے کہ اس کو ممنوع قرار دے۔

حواشی وتعلیقات

(1) قومی انگریزی اُردو لغت : زیر انتظام ڈاکٹر جمیل جالبی مقتدرہ قومی زبان سروسز بک کلب 1994 ص1995 بذیل مادہ (Narcotic)

(2) Black's Law Dictionary Fifth Edition 1979, P:922

(3) ڈاکٹر وھبہ الزحیلی: الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق 6/152,150,149

(4) مسلم بن حجاج: الصحیح، باب تحریم بیع الخمر، حدیث نمبر 1579، جلد 3، ص1306

(5) مثلاً ﴿﴾ وغیرہ

(6) یہی وجہ ہے کہ بعض استثنائی حالات میں قانون کو معطل کیا جاتا ہے اوراس پر عمل روک دیا جاتا ہے مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانے میں چور کی سزا معطل کی تھی۔ (علی حسب اللہ: اصول التشریع الاسلامی، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی 1987، ص79)

(7) مصلحت بذاتہ سے مراد یہ ہے کہ اس مصلحت پر مبنی حکم اوراس کی تائید وحمایت کا وجود ہر زمانے، ہر ملک اور ہر حال میں یکساں طور پر قائم رہتا ہے۔

(8) مصلحت اضافی سے مراد یہ کہ ایک وقت اورایک زمانے میں اورلوگوں کے حالات کے مطابق وہ مصلحت نہیں رہتی۔

(9) یہ مصلحت حیاتِ انسانی کے حسب ذیل پانچ اصولوں پر مشتمل ہے۔

(i) دین کی حفاظت (ii) نفس کی حفاظت (iii) عقل کی حفاظت

(iv) نسل کی حفاظت (v) مال کی حفاظت

(10) عبدالقادر عودہ شہید، التشریع الجنائی الاسلامی، دار الکتاب العربی، بیروت جلد 1، ص115

(11) مجلۃ الاحکام العدلیہ

(12) النحل: 67، النساء: 43، المائدہ: 91,90، ابو ہریرہ، معاویہ، ابن عمر، قبیصہ بن ذوئب، جابر الشرید بن سوید، ابوسعید الخذری، عبداللہ الحلمی، ابن مسعود، شرجیل بن اوس غطیف بن حارث جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خمر کی حرمت اورسزا کے بارے میں احادیث مروی ہیں جن کو اصحاب السنن نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور سند کے اعتبار سے متواتر کے درجے تک پہنچی ہیں (تفصیل کے لیے علامہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی: نصب الرایہ الاحادیث الھدیہ، 3/346، علامہ حافظ علی بن ابی بکر الھیثمی: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 6/277 محمد بن علی بن محمد الشوکانی: نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، 7/146 ملاحظہ ہو)

(13) النحل:27

(14) البقرہ:219

(15) الکافرون:2-1

(16) النساء:43

(17) المائدہ:90,91

(18) سلیمان بن اشعث سجستانی: صحیح سنن المصطفیٰ، کتاب الاشربہ، باب فی تحریم الخمر۔

(19) الاعراف:33

(20) شراب کی اقسام کے لیے ملاحظہ ہو عبدالرحمٰن الجزیری: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج5،ص61 وبعد

(21) امام ابوزہرہ، الجریمہ والعقوبہ،ص127

(22) کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام الحنفی: فتح القدیر 185/4، علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،113/5، عثمان بن علی الزیلعی الحنفی: تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق 198/3، قاضی ابوالولید محمد بن احمد القرطبی الشہیر بابن رشد: بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد ،435/2، محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی المالکی: حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر، 353/4، المنتقی علی المؤطا 143/3، القوانین الفقھیہ ص361، المغنی 304/8، نیل الاوطار 144/7، مغنی المحتاج 189/4، المہذب 286/2، السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ ص105

(23) ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی، المبسوط 7/24، البدائع 113/5، حاشیہ ابن عابدین 320/5

(24) ماہنامہ ''الازہر'' اشاعت ماہِ شعبان 1360ھ عزت حسین: المسکر والمخدرات ص123، محمد امین الشہیر بابن عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار الشہیر بحاشیہ ابن عابدین 43/4، محمد بن ابی عباس احمد بن حمزۃ الرملی، نھایۃ المحتاج الی شرح المنہاج 10/8۔

(25) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ: السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، دارالکتب العربیہ، بیروت ص94

(26) حاشیہ ابن عابدین، ج4،ص43

(27) مسلم بن حجاج: الصحیح، کتاب الاشربہ

(28) ردالمحتار علی الدرالمختار حاشیہ ابن عابدین 305,304/5

(29) 58:2

(30) محمد تقی امینی: احکام شرعیہ میں حالات وزمانے کی رعایت، سندھ ساگر اکادمی لاہور 1982،ص105,104

(31) اصول التشریع الاسلامی،ص159,158

(32) محمد فاروق النبھان: نظام الحکم بن الاسلام ص121

(33) عبدالقادر عودہ شہید، التشریع الجنائی الاسلامی ج اول،ص 94

(34) عبدالعزیز عامر: التعزیر فی الشریعہ الاسلامیہ ص 74,73

(35) ڈاکٹر عبدالحمید متولی: مبادئ نظام الحکم فی الاسلام ص 323

(36) محمد خالد بن سرکار شریعت درخواست نمبر 1/ایل آف 1999 تاریخ فیصلہ 21/دسمبر 2001ء

(37) مقصد اول: مقصد اول لوگوں کی ضروریات کا تحفظ کرنا ہے اور ضروریات زندگی وہ امور ہوتے ہیں جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہو اور جن کے بغیر صحیح معنی میں انسانی زندگی استوار نہ ہو سکے، بلکہ بدنظمی انتشار اور فساد پھیل جائے۔

مقصد دوم: مقصد دوم لوگوں کو ضروریات زندگی کی فراہمی ہے حاجات زندگی وہ ہیں جو لوگوں کو سہولت فراہم کرنے، انہیں محنت ومشقت میں مدد دینے اور زندگی کی گراں باریوں میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لیے لازمی ہوں، جن کے بغیر بدنظمی اور انتشار اور فساد کا اندیشہ نہ ہو دیگر ان کے بغیر لوگوں کی زندگیوں میں دشواریاں اور زحمتیں بڑھ جائیں۔ گویا وہ تمام امور حاجات زندگی میں داخل ہیں جن سے دشواریاں ختم ہوتی ہیں، زحمتیں کم ہوتی ہوں اور لوگوں کو زندگی کے برتاؤ میں سہولت میسر آتی ہو۔

مقصد سوم: مقصد سوم آسائش زندگی کی فراہمی ہے، یعنی ان امور کو وجود میں لانا ہے جن سے مروّت اور آداب زندگانی کے مطابق لوگوں کی زندگی میں حسن و جمال پیدا ہو جائے اور زندگی ایک بہتر ڈگر پر جاری رہ سکے۔ یہ امور ایسے نہیں ہوتے کہ ان کے بغیر زندگی میں ابتری پیدا ہو جائے، جیسا کہ ضروریات زندگی کے فقدان سے ہوتی ہے اور نہ یہ امور ایسے ہیں جن کے نہ ہونے سے دشواریاں رونما ہونے لگیں، جیسا کہ حاجات زندگی کے نہ ہونے سے ہوتا ہے۔ البتہ ان آسائشات کی عدم موجودگی سے عقلاء اور فطرتِ سلیمہ کے مالک لوگوں کی نظر میں ان کی زندگی اچھی اور خوشگوار نہ ہو۔

(38) محمد عبدالرحمٰن عبدالرحیم المبارکفوری، تحفۃ الاحوذی شرح الجامع الترمذی، باب ماجاء فی دراء الحدود، ج 4،ص 488

(39) تحفۃ الاحوذی شرح الجامع الترمذی، باب ماجاء فی درء الحدود، ج 4،ص 488۔

(40) الجریمہ والعقوبۃ،ص 128

(41) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو The Prohebition (Enforcement of Hadd) Order 1979

Control of Narcotic substances Act 1997.

(42) ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، المستصفی، ج 1،ص 63

(43) النور: 59

(44) تحفۃ الاحوذی، باب ماجاء فی من لا یجب علیہ الحد، ج4، ص685، ط دار الفکر 1399/1979ء

(45) النحل:106

(46) البقرہ:173

(47) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الترمذی، الجامع السنن، ج4، ص32

(48) ابوزہرہ: الجریمہ والعقوبہ، ص442، بحوالہ الاعتصام للشاطبی 300/2

(49) النجم:39,38